THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اسلامی تصور نکاح وطلاق کا تحقیقی جائزہ

A SCHOLARLY REVIEW OF AMAM IBN AL-QAYYIM'S JURISTIC OPINIONS REGARDING RECITING TASMIYAH(AUDIBLY OR SILENTLY)IN PRAYER AND THERECITAION OF SURAH AL –FATIHAH BEHIND THE IMAM

Dr.Saeed Ahmad ,
Ph.d Islamic Studies, Qurtuba University of Scince and Information Technology Peshawar,Pakistan. Email:saeedahmadat@gmail.com

Dr. Muhammad Tahir,
Ph.d Islamic Studies, Qurtuba University of Scince and Information Technology Peshawar,Pakistan
Email: muahammadtahir146@gmail.com

Dr.Saleem Khan,
Ph.d Islamic Studies,Abdulwli Khan University Mardan Pakistn
Email:saleemkhanqari@gmail.com

Dr.Atta ur Rahman ,
Ph.d Islamic Studies, Qurtuba University of Scince and Information Technology Peshawar,Pakistan.
Email:attaurrahman9@gmail,com

.

Abstract:

This study provides a research-based analysis of the Islamic concept of marriage (nikāḥ) and divorce (ṭalāq), highlighting their legal, social, and ethical dimensions within the framework of Islamic law. Marriage in Islam is not merely a civil contract but a sacred institution founded on mutual love, compassion, and responsibility, as emphasized in the Qur'ān and the Sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him). It establishes a lawful relationship between spouses and serves as the foundation of a stable family system and a morally upright society

اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام نے نکاح کے تعلق سے جو فکرِ اعتدال اور نظریہ توازن پیش کیا ہے وہ نہایت جامع اور بے نظیر ہے۔ اسلام کی نظر میں نکاح محض انسانی خواہشات کی تکمیل اور فطری جذبات کی تسکین کا نام نہیں ہے۔ انسان کی جس طرح بہت ساری فطری ضروریات ہیں بس اسی طرح نکاح بھی انسان کی ایک اہم فطری ضرورت ہے۔ اس لیے اسلام میں انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت ہے اور اسلام نے نکاح کو انسانی بقا وتحفظ کے لیے ضروری بتایا ہے اسلام نے تو نکاح کو احساسِ بندگی اور شعورِ زندگی کے لیے عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي[1] "اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہو پس جس نے میری سنت سے روگردانی کی تو وہ مجھ سے یعنی میری امتی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو آدھا ایمان بھی قرار دیا ہے:

"وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي[2] "

---

1 صحیح بخاری حدیث 5063

2 محمد بن عبد اللہ الخطیب العمري، أبو عبد اللہ، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741ھ-) مشكاة المصابيح، حدیث 3096

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا ایمان مکمل کرلیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ نکاح انبیاء کرام کی بھی سنت ہے۔ ارشاد ربانی ہے"

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً [3]"

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ سے پہلے یقینا رسول بھیجے اور انہیں بیویوں اور اولاد سے بھی نوازا۔ اس ارشاد ربانی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بھی صاحبِ اہل وعیال رہے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ المُرْسَلِينَ: الحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ[4]

حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رسولوں کی چار سنتیں ہیں: (۱) شرم وحیا کا خیال (۲) مسواک کا اہتمام (۳) عطر کا استعمال (۴) نکاح کا التزام۔

نکاح کی اہمیت ان احادیث سے بھی واضح ہوتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ البَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ[5]

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے اسے نکاح کرلینا چاہئے کیونکہ نکاح نگاہ کو نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے (یعنی نظر کو بھٹکنے سے اور جذبات کو بے لگام ہونے سے بچاتا ہے) اور جو نکاح کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اسے چاہئے کہ شہوت کا زور توڑنے کے لیے وقتاً فوقتاً روزے رکھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب بعض صحابہ کرام نے عبادت وریاضت میں یکسوئی ودلچسپی کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوت شہوت کو ختم کردینے کی خواہش ظاہر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور شادی نہ کرنے کو زندگی سے فرار اختیار کرنا قرار دیا۔ اس لیے کہ اسلام زندگی سے فرار کی راہ کو بالکل ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي[6]"

بخدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اس کی ناراضگی سے بچنے والا ہوں (لیکن میرا حال) یہ ہے کہ میں کبھی نفل روزے رکھتا ہوں اور کبھی بغیر روزوں کے رہتا ہوں راتوں میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں (یہ میرا طریقہ ہے) اور جو میرے طریقے سے منہ موڑے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ نے نکاح میں انسان کے لیے بہت سے دینی ودنیاوی فائدے رکھے ہیں۔ مثلاً معاشرتی فائدے خاندانی فائدے اخلاقی فائدے سماجی فائدے نفسیاتی فائدے غرضیکہ فائدوں اور خوبیوں کا دوسرا نام نکاح ہے۔ انسان کو نکاح کے ذریعہ صرف جنسی سکون ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ قلبی سکون ذہنی اطمینان غرض کہ ہر طرح کا سکون میسر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا[7] "

---

[3] سورت الرعد آیت 38

[4] محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279ھ) سنن الترمذي، حدیث 1080

[5] صحیح بخاری حدیث 5066

[6] صحیح بخاری حدیث 5063

[7] سورت الاعراف آیت 189

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنا دیا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ اس آیت سے عورت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ عورت مرد کے حق میں ایک انمول تحفہ ہے اور مرد کے لئے باعث سکون و اطمینان ہے لہٰذا جو مرد عورت کی قدر کرتا ہے وہ کامیاب اور پر سکون زندگی گزارتا ہے۔ اگر انسان نکاح سے جو انسانی فطری ضرورت ہے منہ موڑنے کی کوشش کرتا ہے تو انسان کو خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نکاح کے بغیر سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ تاریخ میں چند استثنائی صورتوں اور چند مذہبی لوگوں کے افکار کے علاوہ دنیا میں ہمیشہ تمام انسان ہر زمانے میں شادی کو اہم ضرورت تسلیم کرتے آئے ہیں تاریخ کی روشنی میں شادی سے مستثنیٰ کبھی کوئی قوم مذہب اور ملت نہیں رہے ہیں۔ ہر مذہب و ملت میں مقررہ مراسم اور رواجات کے بغیر تعلقات مرد و عورت برے اور اخلاق سے گرے ہوئے سمجھے گئے ہیں اگرچہ ہر مذہب و ملت میں شادی کے طور طریقے رسم و رواج الگ الگ رہے ہیں بحر حال شادی کی اہمیت پر سب متفق ہیں۔

اسلامی طریقۂ نکاح میں تمام مسائل و مصائب کا حل:

ان تمام مسائل کا حل اور تمام مصائب کا علاج صرف اسلام میں موجود ہے۔ اس لیے کہ اسلام دینِ فطرت اور دینِ اعتدال ہے۔ ارشاد ربانی ہے

"فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ[8]"

یہ فطرت (یعنی فطری جذبات) اللہ کی طرف سے ہے۔ اس فطرت پر انسان قائم رہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کرے (۹)۔ ہر انسان اپنے فطری جذبات اور انسانی خواہشات کو پورا کرنے پر مجبور ہے۔ اس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ اگر انسان نکاح سے فرار اختیار کرتا ہے اور جائز و مذہب طریقے پر اپنی فطری خواہشات کو پورا نہیں کرتا ہے تو ناجائز اور غیر مہذب طریقے پر پورا کرنے لگتا ہے اور ہر طرح کی برائی و بے حیائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جو کوئی بھی اللہ کی قائم کی ہوئی فطرت سے بغاوت کرتا ہے تو وہ خود تو تباہ و برباد ہوتا ہی ہے لیکن دوسروں کو بھی تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اس سے دنیا میں فتنہ و فساد پھیل جاتے ہیں یعنی لاوارث معصوم بچوں کے مسائل اور اسقاطِ حمل جیسے اخلاق سوز واقعات ہونے لگتے ہیں۔ جیسا کہ مغربی سوسائٹی کے لئے یہ مسائل پریشانی کا باعث اور سر کا درد بنے ہوئے ہیں یورپ و امریکہ میں بہت سے لوگ ان سنگین حالات اور مسائل سے دوچار ہیں اور ان ممالک میں بہت سارے لوگ لاوارث کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔

اسی بنا پر اسلام نے نکاح کو اس قدر اہم بتایا ہے اور مرد اور عورت کو نکاح کے مہذب بندھن میں باندھنا لازمی سمجھا ہے اس لئے کہ نکاح خاندان کو وجود بخشتا ہے۔ سماج کا تصور دیتا ہے۔ گھر گرہستی کا نظام قائم کرتا ہے۔ اسلام نکاح کے ذریعہ نسل آدم کا تسلسل کے ساتھ صحیح طریقہ پر افزائش چاہتا ہے اور اس میں کسی بھی طرح کے انقطاع کو ناپسند کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا[9]"

وہی اللہ ہے جس نے انسان کو پانی (یعنی ایک قطرہ بوند) سے پیدا کیا (اور اس کے ذریعہ) نسل آدم کو چلا دیا اور اسے خاندان اور سسرال والا بنا دیا اور تمہارا رب واقعی بڑی قدرت والا ہے۔ اسی طرح اسلام انسانی زندگی کو اللہ کی بندگی اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھلی ہوئی دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام نکاح کو روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیے رکاوٹ نہیں بلکہ ترقی کی شاہراہ قرار دیتا ہے۔ روحانیت اور اخلاق میں سب سے اونچا مقام اور بلند معیار انبیاء کرام کا ہوتا ہے اور انبیاء کرام کے تعلق سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ انبیاء کرام شادی شدہ اور بال بچے والے رہے ہیں۔ انسان کو نکاح کے بعد گھر کی ذمہ داریوں کو نبھانے میں اور انسانی حقوق کے ادا کرنے میں جو پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں اگر انسان ان حقوق و ذمہ داریوں کو اسلامی تعلیمات اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ادا کرتا ہے تو اسلام کی نظر میں نکاح خود انسان کے حق میں روحانی اور اخلاقی ترقی کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے ایک طرف رہبانیت کو روا نہیں رکھا ہے تو دوسری طرف انسان کو بے لگام بھی نہیں چھوڑ دیا ہے۔ اسلام انسان کی زندگی میں اعتدال و توازن پیدا کرتا ہے اور اسلام کے فکر اعتدال اور نظریۂ توازن میں انسان ہی کی خیر خواہی و بھلائی ہے۔ اسلام نے نکاح کے سلسلہ میں اعتدال و توازن کا جو جامع فکری و عملی نظریہ پیش کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

---

8 سورت الروم آیت 30

9 سورت الفرقان آیت 54

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اسلام میں نکاح کو انجام دینے کیلئے چند اہم امور:

مندرجہ ذیل امور میں سے چند کو تفصیل کے ساتھ اور چند کو اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے اور وہ چند امور اس طرح ہیں۔ ایجاب و قبول دو گواہوں کی موجودگی، نکاح میں عورت کے لئے ولی (سرپرست) کا موجود ہونا، نکاح کا اعلان، دعوتِ ولیمہ، مہر کی ادائیگی اور خطبۂ نکاح۔ اگر ان امور پر غور و فکر سے کام لیا جائے تو یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ یہ امور عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر دعوتِ فکر و عمل اور باعثِ ثواب ہیں۔

ایجاب وقبول:

ایجاب سے مراد ہے ایک فریق (یعنی دلہے) کی طرف سے نکاح کے معاملہ میں پیش کش اور قبول سے مراد ہے دوسرے فریق (یعنی دلہن) کی طرف سے اس پیش کش پر رضامندی غرض کہ فریقین کا نکاح پر خوشی سے رضامند ہو جانا ایجاب و قبول کہلاتا ہے۔ ایجاب و قبول نکاح کے لئے شرط ہے اسلام میں کسی مرد یا عورت کی مرضی و اجازت کے بغیر نکاح قرار نہیں پاسکتا چنانچہ ارشادِ ربانی ہے " يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا[10]" اے ایمان والو تم کو حلال نہیں کیا کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ لفظ کرہا کا اطلاق بہت سے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً زور زبردستی جبر دباؤ وغیرہ۔ اسی طرح کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے اس کی مرضی و اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا چونکہ عموماً عورت باختیار نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے عورت کی اجازت و مرضی کا ذکر وضاحت سے کر دیا گیا ہے اور اس سے بتانا مقصود ہے کہ اسلام نے نکاح میں عورت کو رضامندی پسند ناپسند کا پورا حق دیا ہے۔

دو گواہ:

نکاح میں دو گواہ کا موجود ہونا بھی شرط ہے۔ نکاح میں شہادت نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس سے بدکاری بے حیائی کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ "اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَغَايَا الَّتِيْ يَنْكِحْنَ اَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ[11]" عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں چوری چھپے نکاح کر لیں وہ حرام کار ہیں (۱۲)۔

ولی کی اہمیت:

عورت کے لئے نکاح میں رضامندی کے ساتھ ولی (سرپرست) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ عورت کا نکاح بغیر ولی کے نہیں ہو سکتا چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "عَنْ اَبِی مُوْسٰی عَنِ النَّبِيِّ قَالَ لاَ نِكَاحَ اِلاَّ بِوَلِيٍّ[12]" حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولی کے بدون نکاح نہیں۔ عورت کا شرف اور مقام اسی میں ہے کہ وہ کسی کی سرپرستی میں نکاح کرے۔ اس طرح بہت سی سماجی اور معاشرتی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔ اگرچہ نکاح کرنے یا نہ کرنے کا اختیار پورا عورت کو حاصل ہے ولی اس کی مرضی اور رائے کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔

اعلانِ نکاح:

اسی طرح اسلام نے نکاح میں اعلان و تشہیر کی تعلیم دی ہے۔ نکاح کا اعلان کرنا اور مسجد میں نکاح کرنا سنت ہے۔ ارشادِ نبوی ہے "اِعْلِنُوْا ہٰذَا النِّكَاحَ[13]" (۱۴)۔ نکاح کا اعلان کرو۔ اس کا بنیادی مقصد نکاح کو عام کرنا اور نسب کو ثابت کرنا ہے۔

ولیمہ مسنون:

---

10 سورت النساء آیت 19

11 صحیح ترمذی حدیث 1103

12 صحیح ترمذی حدیث 1101

13 محمد بن حبان بن أحمد بن حبان التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى: 354ھ) الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان حديث 4066

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

دولہا اپنی شادی کی خوشی و شادمانی کے موقع پر جو دعوت دیتا ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے اور ولیمہ کرنا سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ نکاح کے دوسرے دن کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نکاح کا ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ[14]" ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا نکاح کے دوسرے یا تیسرے دن ولیمہ کرنا مناسب اور سنت ہے۔ چاروں فقہی مسالک میں ولیمہ کا مستحب وقت عقد کے بعد ہے۔

مہر کی ادائیگی:

نکاح میں مہر کا ادا کرنا واجب ہے۔ مہر عورت کا شرعی حق ہے۔ مہر اس رقم کو کہا جاتا ہے جو مرد شادی کے پر مسرت موقع پر خوشی سے اپنی ہونے والی بیوی کو تحفہ کی شکل میں دیتا ہے۔ مہر اسلام کے سوا کسی مذہب یا قوم میں نہیں ہے۔ ارشاداتِ ربانی یوں ہیں" وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً[15]" اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے۔" وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ[16]" بہتر طریقے سے ان کے مہر ادا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد کو جو مہر زیادہ سے زیادہ مقرر کرتا ہے اور پھر اسے نہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے نہ صرف گناہ گار بتایا ہے بلکہ زانی قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے" وَأَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى صَدَاقٍ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يُعْطِيَهَا فَهُوَ زَانٍ[17]" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے مہر کے بدلے نکاح کرتا ہے مگر وہ اسے ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ زانی ہے۔

اسلامی تصور طلاق:

چونکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں ہر چیز کا قانون موجود ہے اسلام کے قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اور آپ ﷺ ان کی توضیح و تشریح کرنے والے ہیں۔ انہی اسلامی قوانین میں ایک قانون طلاق کا ہے۔

طلاق کی تعریف:

طلاق اطلاق سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنٰی بھیجنا اور چھوڑنا ہے جیسے اطلقت الاسیر جب اپ قیدی کی بیڑیاں کھول دیں۔ اور اس کو چھوڑ دیں، اصطلاح شریعت میں شادی کے رابطے کو توڑنا اور تعلقِ زوجیت کو ختم کرنے کا نام طلاق ہے۔

قانون طلاق:

قرآن کریم کے متعدد آیات میں اور مختلف سورتوں میں طلاق کا قانون ذکر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورت البقرہ میں فرماتے ہے: الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ[18]

وہ طلاق جس میں خاوند کو (عدت کے اندر) رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ حق طلاق ورجوع غیر محدود تھا جس سے عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ آدمی بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا۔ اس طرح سے اسے نہ بساتا تھا، نہ آزاد کرتا تھا۔ اللہ نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا۔ اور پہلی یا دوسری مرتبہ سوچنے اور غور کرنے کی سہولت سے محروم بھی نہیں کیا۔ ورنہ اگر پہلی مرتبہ کی طلاق میں ہی ہمیشہ کے لیے جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس سے پیدا ہونے والی معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے طلقتان (دو طلاقیں) نہیں فرمایا، بلکہ ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ طلاق دو مرتبہ فرمایا، جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بیک وقت دو یا

---

14 صحیح بخاری حدیث 5155

15 سورت النساء آیت 4

16 سورت النساء آیت 25

17 أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: 458ھ) السنن الکبری، حدیث 14396

18 سورت البقرۃ آیت 229

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

تین طلاقیں دینا اور اُنہیں بیک وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔ حکمتِ الٰہیہ اس بات کی متقضی ہے کہ ایک مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) اور اس طرح دوسری مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) مرد کو سوچنے سمجھنے اور جلد بازی یا غصے میں کئے گئے کام کے ازالے کا موقع دیا جائے۔ یہ حکمت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی قرار دینے میں ہی باقی رہتی ہے جیسا کہ اہل حدیث کا مذہب ہے، نہ کہ تینوں کو بیک وقت نافذ کر کے سوچنے اور غلطی کا ازالہ کرنے کی سہولت سے محروم کر دینے کی صورت میں جیسا کہ بعض لوگوں کا اصرار ہے۔

طلاق اور اس کا طریقہ:

مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد اکثر مذاہب میں علیحدگی اور طلاق کا کوئی تصور نہیں ہے، حالانکہ بعض دفعہ جب دونوں کے مزاجوں میں موافقت اور ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکے تو طلاق اور علیحدگی ہی میں دونوں کی بھلائی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے تاہم مرد کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے اس حق طلاق کو آخری چارۂ کار کے طور پر ہی استعمال کرے۔ اس سے پہلے اصلاح کی جو چار تدابیر اللہ نے سورۃ النساء میں بیان فرمائی ہیں۔

یہ فیصلہ کر لینے کے بعد یوں ہی طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے لیے یہ طریق کار بتلایا گیا ہے کہ ایامِ حیض میں طلاق نہ دی جائے۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر برہمی کا اظہار فرمایا تھا جب اُنہوں نے ایام حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ بلکہ اس وقت طلاق دی جائے جب بیوی کے ایامِ حیض ختم ہو جائیں اور وہ پاک ہو جائے۔ اس حالت کو طہر کہا جاتا ہے تو حکم یہ ہے کہ حالتِ طہر میں طلاق دی جائے اس سے صحبت کیے بغیر۔

جب طلاق دی جائے تو ایک ہی طلاق دی جائے، یعنی طلاق کا لفظ صرف ایک مرتبہ ہی استعمال کیا جائے: میں تجھے طلاق دیتا ہوں، یا تجھے طلاق ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینے کے بعد صلح کی صورت بن جائے تو نہایت آسانی سے صلح کا مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک طلاق کی صورت میں تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک عدت (تین حیض یا تین مہینے) کے اندر بغیر نکاح کے رجوع اور صلح کر لینا جائز ہے اور رجوع کے لیے زبان ہی سے رجوع کا اظہار کر دینا کافی ہے۔ اس کے لیے کسی خاص عمل کا کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر عدت گزر جائے تو ان کے درمیان دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رجوع کرنے کے بعد دوبارہ بھی ایک طلاق دینے کی صورت میں عدت کے اندر رجوع کرنے کی اور عدت گزر جانے پر نئے نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال کرنے کا موقع رہتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ نے ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ[19]﴾ میں دو مرتبہ طلاق دے کر مرد کو رجوع کرنے کا حق دیا ہے۔

چوتھی ہدایت یہ ہے کہ پہلی طلاق یا دوسری طلاق میں بیوی سے علیحدگی تو ضروری ہے لیکن عدت کے اندر اس کو گھر ہی میں رہنے دیا جائے، یعنی خاوند کے گھر میں۔ جہاں سے اسے نہ نکالا جائے۔ اس کا فائدہ اللہ نے یہ بتلایا ہے کہ مطلقہ کے اسی گھر میں رہنے سے، خاوند کے اندر رجوع کرنے کی رغبت اور جذبہ پیدا ہو جائے۔

﴿لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا[20]﴾

"تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دے۔"

طلاق کی قسمیں:

1- طلاقِ رجعی: وہ طلاق ہے جس میں عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور یہ حق رجوع صرف پہلی اور دوسری طلاق میں ہے، تیسری طلاق کے بعد نہیں۔

2- طلاق بائن: یہ وہ طلاق ہے کہ خاوند نے ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا، رجوع نہیں کیا، حتی کہ عدت گزر گئی۔ لیکن یہ بینونہ صغریٰ ہے۔ اس میں عدت گزر جانے کے بعد خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو سکتا ہے۔

---

[19] سورتالبقرۃ آیت 229

[20] سورت الطلاق آیت 1

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

یہ پہلی اور دوسری طلاق کی حد تک ہے کیونکہ رجوع یا نکاح کے بعد بھی حقِ طلاق شمار میں آئے گا،یعنی ایک طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو دو مرتبہ حقِ طلاق باقی رہے گا۔ دوسری طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو ایک حقِ طلاق باقی رہ جائے گا۔

3- طلاق بائنہ مغلظہ: اس سے مراد وہ طلاق ہے کہ خاوند دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر چکا ہے، پھر اس نے کچھ عرصے کے بعد طلاق دے دی، یہ تیسری طلاق، طلاقِ بائنہ مغلظہ ہے، اسے طلاقِ بتّہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طلاق کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے اور نہ اس سے نکاح۔

4- طلاق بالکنایہ: اس میں طلاق کا لفظ خاوند استعمال نہیں کرتا بلکہ ذو معنیٰ لفظ استعمال کرتا ہے، جیسے تو میری طرف سے آزاد ہے یا فارغ ہے وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے اگر طلاق کی نیت ہو گی تو طلاق ہو گی بصورت دیگر طلاق نہیں ہو گی۔

طلاق کے آداب وشرائط:

طلاق کے آداب وشرائط قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہے۔ جیسے قرآن میں ہے کہ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔[21]یعنی تم طلاق عدت کے آغاز میں دو۔ اور آغازِ عدت سے مراد ہے کہ عورت حیض سے پاک ہو جائے اور طہر شروع ہو جائے۔

دوسری شرط جو حدیث میں آیا ہے کہ حالت حیض میں طلاق نہ دینا۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: «لِيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، فَتِلْكَ العِدَّةُ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ[22]۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ اس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ بہت زیادہ غضب ناک ہو گئے پھر فرمایا کہ اس سے رجوع کر لیں پھر اس کو اتنی دیر اپنے پاس ٹھہرائیں یہاتک کہ وہ پاک ہو جائے پھر اس کو حیض آئے پھر پاک ہو جائے اس کے بعد اگر طلاق دینا چاہیں تو طلاق دے دیں اور ایسے طہر میں اس کو طلاق دیں جس میں آپ نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو پھر عدت گزارے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

دوسری شرط یہ طلاق حالتِ نفاس میں نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ -[23]

کہ ابن عمر کو حکم دے دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور پھر اتنی دیر تک روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا[24]۔ کہ ہم بستری سے پہلے پھر طلاق دو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دی جائے۔ جیسے حدیث میں ہے۔

سَمِعْتُ مَحْمُودَ بْنَ لَبِيدٍ قَالَ: أُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ، طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا، ثُمَّ قَالَ: «أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ، وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ» حَتَّى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَقْتُلُهُ[25]۔

---

21 سورت الطلاق آیت 1

22 صحیح بخاری حدیث 4908

23 صحیح بخاری حدیث 5251

24 صحیح مسلم حدیث 1471

25 أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب بن علي الخراساني، النسائي (المتوفى: 303ھ) السنن الکبری، حدیث 5564

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

محمود بن بسیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایسے آدمی کے بارے میں خبر ملی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں۔ تو آپ ﷺ سخت غصے کی حالت میں اُٹھے اور فرمایا "اللہ کی کتاب کو مذاق و تمسخر کا نشانہ بنایا جارہا ہے اس حال میں کہ میں ان کے اندر موجود ہوں یہاں تک کہ ایک آدمی اٹھا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں اس آدمی کو قتل نہ کر دوں ؟۔

بہر حال طلاق کا صحیح مسنون طریقہ یہی ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر صلح کی صورت نہیں بنتی اور عدت گزر جاتی ہے تو اس کے بعد عورت آزاد ہے اور وہ اپنے ولی کی اجازت سے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ اس طریقۂ کار کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ عدت کے اندر (پہلی اور دوسری طلاق میں) رجوع ہو سکتا ہے۔ اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کی صورت بنے تو بذریعہ نکاح دوبارہ تعلق بحال ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔